مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی

خطبۂ استقبالیہ

از

پروفیسر اے۔ ایم۔ پٹھان

وائس چانسلر

تیسرا جلسۂ تقسیم اسناد

ہفتہ، 21 فروری 2009ء

خطبۂ استقبالیہ

پروفیسر اے ایم پٹھان، شیخ الجامعہ
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

تیسرا جلسۂ تقسیم اسناد

21 فروری 2009ء 10.30 بجے، بمقام کنونشن سنٹر، ہوٹل میریٹ، حیدرآباد

ڈاکٹر سیدہ سیدین حمید صاحبہ، عزت مآب چانسلر مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی اور رکن منصوبہ بندی کمیشن، جلسہ تقسیم اسناد کے مہمان خصوصی پدم شری پروفیسر سکھد یوتھوراٹ، صدرنشین یونیورسٹی گرانٹس کمیشن، ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری حاصل کرنے والے و پدم بھوشن پروفیسر گوپی چند نارنگ، پدم بھوشن جناب ڈاکٹر عابد حسین، جناب یوسف خان اور پدم شری محترمہ جیلانی بانو صاحبہ، یونیورسٹی کی مجلس انتظامی اور مجلس تعلیمی کے ارکان، معزز مہمانان، خصوصی مدعوئین یونیورسٹی کے تدریسی وغیر تدریسی ساتھی، دیگر مہمانان، طلبہ واولیائے طلبا۔

یقیناً یہ میرے لئے بڑی عزت اور قدر کی بات ہے کہ آج مجھے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے تیسرے جلسہ تقسیم اسناد منعقدہ حیدرآباد کے موقع پر ایک اہم اور معزز اجتماع کو مخاطب کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ یونیورسٹی کا پہلا جلسہ تقسیم اسناد اگست 2005 کو منعقد ہوا تھا جس میں تقریباً 4000 گریجویٹس کو اس یونیورسٹی کے آرٹس، سماجی علوم اور سائنس کے شعبہ جات کے تحت اردو ذریعہ تعلیم سے عصری و اعلیٰ تعلیم کی ڈگریاں عطا کی گئیں تھیں۔ تقریباً آٹھ دہوں کے بعد یہ منظر دیکھا گیا جبکہ 1921ء میں پہلی مرتبہ عثمانیہ یونیورسٹی کے گریجویٹس کامیاب ہو کر نکلے تھے اور جس کا سلسلہ 1948 تک جاری رہا۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کا دوسرا

جلسہ تقسیم اسناد جون 2007ء میں منعقد ہوا جس میں تقریباً 3500 طلبا کو گریجویشن اور پوسٹ گریجویشن کی ڈگریاں عطا کی گئیں۔ آج اس تیسرے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر یونیورسٹی کی جانب سے فاصلاتی و کیمپس طرز تعلیم کے 5706 طلبہ کو گریجویشن و پوسٹ گریجویشن کی ڈگریاں عطا کی گئیں۔ اس کے علاوہ گریجویشن کے لیے 12 اور پوسٹ گریجویشن کے لیے 30 طلائی تمغے بھی دیئے گئے۔

قبل اس کے کہ آپ کے سامنے یونیورسٹی کی سرگرمیوں پر مشتمل رپورٹ پیش کی جائے میں ضروری سمجھتا ہوں اس باوقار اجتماع کے سامنے آج کے معزز مہمانان و اعزازی ڈگری یافتگان کا تعارف پیش کردوں۔

ڈاکٹر سیدہ سیدین حمید، رکن منصوبہ بندی کمیشن ہند اور معزز چانسلر جامعہ ہٰذا ایک کثیر التصانیف مصنفہ ہیں۔ انہوں نے خواتین کے مسائل، مولانا آزاد کی شخصیت، تعلیم اور اسلام جیسے اہم موضوعات پر اردو، ہندی اور انگریزی میں متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں۔ وہ مسلم خواتین کی تعلیم و خواندگی، جنوبی ایشیا میں باہمی مکالمہ کے ذریعہ امن کے لئے مضبوط بنیادوں پر عوامی رابطہ اور جنوبی ایشیاء میں حقوق انسانی کے مسائل جیسے میدانوں میں سرگرم مختلف اداروں اور انجمنوں کی بنیادی رکن اور ٹرسٹی ہیں۔ محترمہ نے قومی کمیشن برائے خواتین حکومت ہند کی رکن کی حیثیت سے بھی اپنی خدمات انجام دی ہیں، ICCR اور نہرو میموریل میوزیم و لائبریری سے بھی علمی حیثیت سے وابستہ رہی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ مختلف اہم تعلیمی مجالس کی رکن رہی ہیں۔ انہوں نے کنیڈا میں یونیورسٹی آف البرٹا میں اور ہندوستان میں لیڈی سری رام کالج دہلی یونیورسٹی میں تدریس بھی کی ہے۔ اس کے علاوہ محترمہ کنیڈا میں ڈائرکٹر برائے یونیورسٹیز و کالجس کی حیثیت سے بھی گراں قدر خدمات انجام دے چکی ہیں۔

پروفیسر تھورات صدر نشین یونیورسٹی گرانٹس کمیشن ایک ممتاز ماہر تعلیم ہیں اور اس وقت ملک میں اعلیٰ تعلیم کے انتظام کے سب سے اہم ادارہ کی صدارت پر فائز ہیں۔ انہوں نے اورنگ آباد (مہاراشٹرا) سے بی اے، ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر مرہٹواڑہ یونیورسٹی اورنگ آباد مہاراشٹرا سے معاشیات میں ایم اے اور جواہر لال نہرو یونیورسٹی نئی دہلی سے معاشیات میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی تکمیل کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے وارسا (پولینڈ) کے مین اسکول آف پلاننگ سے معاشی منصوبہ بندی میں ڈپلوما حاصل کیا۔ یونیورسٹی آف کلیانی، کلیانی

(مغربی بنگال)، اوی ناش لنگم یونیورسٹی برائے خواتین، کوئمبتور (تمل ناڈو) فقیر موہن یونیورسٹی، بالاسور (اڑیسہ) اور گلبرگہ یونیورسٹی گلبرگہ (کرناٹک) نے انہیں ڈی لٹ کی اعزازی ڈگریاں عطا کی ہیں۔

موصوف زرعی ترقی، دیہی غربت، ادارہ جات اور معاشی ترقی، پچھڑے طبقات کے مسائل، ذات پات کے نظام کی معاشیات، ذات پات کا امتیاز اور غربت، انسانی ترقی اور حقوق انسانی کے مسائل جیسے میدانوں میں بین الاقوامی سطح کے معروف مفکر ہیں۔ پروفیسر تھوراٹ CAPART، منصوبہ بندی کمیشن کے شعبہ سماجی انصاف جیسے کئی اہم اداروں کے رکن ہیں اور کئی یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں کی مجلس انتظامی کے بھی رکن رہ چکے ہیں۔ انہیں مانوتا وادی رچنا منچ جالندھر پنجاب نے ڈاکٹر امبیڈکر چیتنا ایوارڈ بھی عطا کیا ہے۔

یو جی سی کے صدر نشین نامزد کیے جانے سے قبل پروفیسر تھوراٹ انڈین انسٹیٹیوٹ فار دلت اسٹڈیز نئی دہلی کے ڈائرکٹر اور جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔ انہوں نے ملک و بیرون ملک مختلف جامعات میں تدریس کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ وہ ایووا اسٹیٹ یونیورسٹی، ایمس، متحدہ امریکہ کے شعبہ معاشیات میں مہمان پروفیسر اور ادارہ برائے بین الاقوامی غذائی پالیسی تحقیق، واشنگٹن میں ریسرچ اسوسی ایٹ تھے، انہوں نے کئی پی ایچ ڈی طلبا کی نگرانی کے علاوہ 20 سے زائد کتابیں اور 81 علمی مضامین بھی تحریر کیے ہیں۔

پروفیسر ایمریٹس یونیورسٹی آف دہلی وسابق صدر نشین ساہتیہ اکیڈیمی اور باوقار قومی پدم بھوشن ایوارڈ یافتہ پروفیسر گوپی چند نارنگ، عالمی سطح کے ایک معروف اسکالر اور محبّ اردو ہیں۔ پچھلے پانچ دہوں سے وہ اردو دنیا کی ایک انتہائی قد آور شخصیت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ پروفیسر نارنگ نے 1957ء میں سینٹ اسٹیفنس کالج میں ایک لکچرر کی حیثیت سے اپنے تعلیمی کیریر کا آغاز کیا۔

پروفیسر نارنگ نے ملک و بیرون ملک کی کئی یونیورسٹیوں میں تدریس کے فراض انجام دیئے ہیں۔ وہ اوسلو، مینی سوٹا اور وسکانسن یونیورسٹیوں کے مہمان پروفیسر اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی و دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے صدر کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ موصوف کئی قومی و بین الاقوامی سطح کے علمی اداروں اور

مجالس کے رکن بھی ہیں۔ پروفیسر نارنگ نے بے شمار علمی مقالات کے علاوہ 64 اہم کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں 12 انگریزی، 7 ہندی اور 45 اردو کی کتب شامل ہیں۔ اس کے علاوہ پروفیسر نارنگ نے پی ایچ ڈی کے کئی طلبہ کی رہنمائی بھی کی ہے۔

انہیں 1991ء میں پدم شری، 2004ء میں پدم بھوشن، 2007 میں یونیورسٹی آف حیدرآباد نے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری، 04-2002 کے دوران اندرا گاندھی قومی مرکز برائے آرٹس نے اندرا گاندھی میموریل فیلوشپ، 2005 میں حکومت اٹلی نے مازنی گولڈ میڈل، 1997 میں بیلاگیو اسٹڈی سنٹر اٹلی سے راک فیلر فاؤنڈیشن فیلوشپ، 1994 میں راجیو گاندھی فاونڈیشن (کانپور شاخ) کی جانب سے سیکولرزم میں عمدہ خدمات کے لئے راجیو گاندھی ایوارڈ اور 1995 میں ادبی نظریہ اور ہندوستانی شعریات پر ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ سے نوازا گیا۔

ڈاکٹر عابد حسین اس وقت یونیسکو کے بین الاقوامی پینل برائے جمہوریت وترقی کے ممبر اور ہندوستانی ادارہ برائے بیرونی تجارت (Indian Institute for Foreign Trade) کے اعزازی پروفیسر ہیں۔ اس کے علاوہ وہ حکومت ہند کی وزارت خارجہ کے ادارہ برائے خارجی خدمات میں بھی اعزازی پروفیسر کی حیثیت سے مصروف ہیں۔ وہ سلطنت مراقش کی اکیڈمی اور بی پی کوئرالہ فاونڈیشن کھٹمنڈو کے معزز رکن ہیں۔ مزید یہ کہ وہ اندرا گاندھی قومی مرکز برائے فنون ٹرسٹ کے ٹرسٹی، کتھا کے صدر نشین، قومی ادارہ برائے سائنس، ٹکنالوجی و مطالعات ترقی (CSIR) کی تحقیقاتی مجلس، ہند۔ چین معاشی وثقافتی مجلس، بھارتیہ ودیا بھون، گوتم بدھ نگر (نوئیڈا) کیندر اور دیگر کئی تعلیمی وثقافتی تنظیموں کے صدر نشین ہیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر عابد حسین نہرو میموریل فنڈ، آبادی فاونڈیشن ہندوستان، فاونڈیشن برائے تعلیمی مہارت ورسائی، ایڈمنسٹریٹو اسٹاف کالج حیدرآباد، شنکر لال مرلی دھر میموریل سوسائٹی اور رین بیکسی سائنس فاونڈیشن کی گورننگ کونسل کے بھی رکن ہیں۔

موصوف انڈین ایڈمنسٹریٹو سروس کے ایک رکن رہے ہیں اور انہوں نے مرکز میں مختلف مناصب پر اپنی خدمات انجام دی ہیں۔ وہ وزارت بھاری صنعتیں میں سکریٹری، حکومت ہند کے سکریٹری برائے تجارت اور

IIFT کے صدر نشیں بھی رہے ہیں۔ 1985 میں وہ منصوبہ بندی کمیشن کے رکن بنے۔ بعد میں وہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہندوستان کے سفیر بنائے گئے۔ ان کی شاندار خدمات کے عوض انہیں 1988 میں پدم بھوشن عطا کیا گیا۔ اس کے بعد وہ راجیو گاندھی فاونڈیشن نئی دہلی کے نائب صدر نشین بنائے گئے۔ وہ سنٹرل یونیورسٹی حیدرآباد کے چانسلر بھی رہے ہیں۔ ڈاکٹر عابد حسین اس وقت رائے یونیورسٹی رائے پور چھتیس گڑھ کے چانسلر ہیں۔

ڈاکٹر حسین اقوام متحدہ میں آزادئ اظہار رائے کے لئے 9 سال تک خصوصی خلاصہ نویس رہے ہیں۔ وہ حکومت ہند کی جانب سے تشکیل کردہ دستوری جائزہ کمیشن کے رکن رہے۔ اپریل 2001 تک وہ پرسار بھارتی بورڈ کے معزز رکن تھے۔ گذشتہ چند دن قبل تک مجلس برائے خارجی تعلقات نیویارک کے بھی رکن تھے اور اس وقت ایشیا سوسائٹی نیویارک کے رکن ہیں۔ اپنے طویل کیریر کے دوران وہ دو سال تک ترکی میں سماجی بہبود کے لئے اقوام متحدہ کے مشیر اور سات سالوں تک اقوام متحدہ کے علاقائی کمیشن ESCAP بنکاک میں صنعت، ٹکنالوجی، انسانی رہائش و ماحولیات کے ذمہ دار رہے۔ ڈاکٹر حسین نے کئی قومی و بین الاقوامی کانفرنسوں کی صدارت کی اور اہم عصری موضوعات پر گراں قدر مقالے پیش کئے۔

ڈاکٹر حسین حکومت ہند کی جانب سے تشکیل کردہ چھ کمیٹیوں کے صدر تھے۔ ان کمیٹیوں کے نام یہ ہیں، تجارتی پالیسی اصلاحات کمیٹی، پراجکٹ برآمدات کمیٹی، CSIR جائزہ کمیٹی برائے فروغ سائنس و ٹکنالوجی، کمیٹی برائے ٹکسٹائیل پالیسی حکومت ہند، کمیٹی برائے فروغ سرمایہ بازار اور عابد حسین کمیٹی برائے چھوٹی صنعتیں۔

اپنے کروڑوں مداحوں میں دلیپ کمار کے نام سے معروف جناب یوسف خان ایک سابق رکن پارلیمان ہیں۔ اور چھ دہوں تک ہندوستانی فلمی دنیا کی ایک عظیم شخصیت کے طور پر مشہور رہے۔ انہوں نے 1944 میں ''جوار بھاٹا'' سے 1991ء میں ''سوداگر'' 1998 میں ''قلعہ'' تک جملہ 61 فلموں میں اداکاری کی۔ یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ یوسف خان صاحب نے تن تنہا دنیا بھر کے لاکھوں لوگوں کے دلوں میں اردو کی خوبصورت اور غنائی کیفیات کا تاثر پیدا کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

ان کے مظاہرے کو ہندوستانی سنیما میں جذباتیت کے اظہار کا مثالی نمونہ قرار دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا انہیں شہنشاہ جذبات کے نام سے یاد کرتی ہے۔ وہ پہلے اداکار ہیں جنہوں نے فلم فیر کا بہترین اداکار ایوارڈ حاصل کیا اور اس زمرے میں سب سے زیادہ ایوارڈ جیتنے والے بھی وہی ہیں۔ اگرچہ انہوں نے اپنی فلمی زندگی میں ہر قسم کے کردار نبھائے ہیں لیکن مختلف النوع قسم کے کرداروں میں ایک توازن بھی ان کے فلمی کیریر میں پایا جاتا ہے جیسے انداز (1949) میں شدید جذباتی کردار، آن (1952) میں جھگڑالو انسان کا کردار، دیوداس (1955) میں ڈرامائی کردار، آزاد (1955) میں مزاحیہ کردار، مغل اعظم (1960) میں تاریخ کا ایک رومانی کردار اور گنگا جمنا (1961) میں سماجی کردار وغیرہ انہوں نے ادا کیے۔

دلیپ کمار نے 1998 میں ریلیز ہونے والی اپنی آخری فلم قلعہ تک اپنے 50 سالہ طویل فلمی کیریر کے دوران بے شمار ایوارڈس حاصل کیے ہیں۔ ان کے حاصل کردہ ایوارڈس میں 8 فلم فیر بہترین اداکار ایوارڈس اور اسی ایوارڈ کے لئے 19 نامزدگیاں شامل ہیں۔ وہ 1992 میں فلم فیر کے لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ سے بھی نوازے گئے۔ حکومت ہند نے 1994 میں انہیں ہندوستان کا سب سے بڑا فلمی ایوارڈ ''دادا صاحب پھالکے ایوارڈ'' عطا کیا جس سے ہندوستانی سنیما کے لئے ان کی گراں قدر خدمات کا اظہار ہوتا ہے۔ 1980 میں وہ ایک اعزازی منصب یعنی بمبئی کے شیرف نامزد کیے گئے۔ 1997 میں انہیں، پاکستان کا اعلیٰ ترین شہری ایوارڈ ''نشان پاکستان'' دیا گیا۔ اس کے علاوہ دلیپ کمار نے 1997 کے لئے این ٹی آر قومی ایوارڈ اور 2009 میں CNN-IBN کی جانب سے سال کے عظیم ہندوستانی۔ لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ بھی حاصل کیے۔

پدم شری محترمہ جیلانی بانو دور حاضر کی ایک اہم اردو مصنفہ ہیں۔ محترمہ نے 1954 میں ایک افسانہ نگار کی حیثیت سے اپنے ادبی سفر کا آغاز کیا تھا۔ انہوں نے افسانوں، ناولوں، ناولٹ اور دیگر ہندوستانی زبانوں سے ترجمہ شدہ تخلیقات پر مشتمل تقریباً 16 کتابیں شائع کی ہیں۔ ان کے علاوہ بچوں کی کتابیں بھی ان کی تصنیفات میں شامل ہیں۔

ایک کثیر التصانیف مصنفہ کی حیثیت سے انہوں نے کئی افسانے، ناول، ریڈیو ڈرامے، اسکرین پلے

اسٹیج ڈرامے' مضامین اور بچوں کی کہانیاں لکھی ہیں۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں سماجی ظلم' بندھوا مزدوری' غربت' مجبوری' شہری زندگی کے تناؤ اور عورتوں کے مصائب کو موضوع بنایا۔ ان کی کہانیوں کا اسلوب انتہائی سادہ ہوتا ہے لیکن ان میں معنی کا سمندر اور جذبات کی زیریں لہریں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ محترمہ جیلانی بانو ایک جدید اور عصری افسانہ نگار ہیں۔ وہ اپنی کہانیوں میں دور حاضر کی سماجی اور سیاسی کیفیات کو بڑی چابکدستی سے بیان کرتی ہیں۔ ان کے افسانے برصغیر کی تنوع اور واقعات سے بھری تاریخ پر بھی مبنی ہیں۔ جہاں کے حکمراں اپنی رعایا کے لئے بڑے ظالم تھے۔ جیلانی بانو کے افسانوں کے مجموعوں میں کئی معروف کلاسیکل کتابیں شامل ہیں جیسے سوکھی راتیں (2003) بات پھولوں کی (2001) پیارا گھر (1979) اور روزے کا قصہ (1987) وغیرہ۔ ان کے افسانوں کا ہندوستان و بیرون ہند کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ انہوں نے 13 آڈیو کیسٹ ریکارڈ کئے۔ وہ شہر حیدرآباد اور اس کے اطراف میں رہنے والے مختلف عمروں' مختلف طبقات اور مختلف پیشوں سے وابستہ افراد کی بولی جانے والی زبان دکنی اردو کی بھی ماہر ہیں۔ انہیں 2001 میں پدم شری سے نوازا گیا۔ محترمہ بانو حقوق نسواں و اطفال' بین الاقوامی انجمن حقوق انسانی (ہند) کی مشیر اعلیٰ ہیں۔ انہوں نے اپنے ادبی سفر میں کئی اعزازات حاصل کئے ہیں جن میں غالب ایوارڈ' دوشیزہ ایوارڈ (پاکستان) سوویٹ سرزمین نہرو ایوارڈ (ماسکو) مہاراشٹرا اردو اکیڈیمی ایوارڈ' کل ہند عوامی حالی ایوارڈ' عالم اردو فروغ ایوارڈ (قطر) وغیرہ شامل ہیں۔

مہمانان کے تعارف کے بعد اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس 11 سال قبل قائم شدہ قومی ادارے اور اس کی سرگرمیوں کا تعارف آپ کے سامنے پیش کروں۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی ایک مرکزی یونیورسٹی کی حیثیت سے کل ہند دائرہ کار کے ساتھ 1998 میں قائم کی گئی۔ اردو زبان کی ترویج و ترقی' اردو ذریعہ تعلیم سے اعلیٰ' تکنیکی و پیشہ ورانہ تعلیم کی فراہمی اور تعلیم نسواں پر خصوصی توجہ اس یونیورسٹی کے مقاصد طے پائے۔ یونیورسٹی کو فاصلاتی و روایتی دونوں طریقوں سے مختلف کورس فراہم کرنے کا اختیار دیا گیا۔ حکومت آندھرا پردیش نے گچی باولی کے خوبصورت علاقے میں کیمپس کے قیام کے لئے 200 ایکڑ اراضی فراہم کی۔

یونیورسٹی کے نام اور اس کے بنیادی تصور سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حکومت اردو کو ایک قومی زبان کی

حیثیت سے تسلیم کرتی ہے اور اس پر خصوصی توجہ دینا چاہتی ہے۔ اردو ملک کی عوامی زبان ہے اور پورے ملک کے لوگ اس کو رابطہ کی زبان کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ یہ ایک خالص ہندوستانی زبان ہے جس کی جڑیں ہندوی اور ہندوستانی میں موجود ہیں۔ یہ وہ زبان ہے جس کی جھلک کبیر کے دوہوں اور امیر خسرو کی شاعری میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

ایک سرسری جائزے سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اردو کا معاشرہ زیادہ تر معاشی اعتبار سے کمزور اور سماجی لحاظ سے پسماندہ لوگوں پر مشتمل ہے۔ اردو زبان ملک کی ہر ریاست میں بولی جاتی ہے۔ سماجی وثقافتی سطح پر اس کا بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے اور یہ زبان ملک کی آبادی کے ایک بڑے حصہ میں مقبول ہے۔ اگرچہ کہ اردو بولنے والے ادارہ جاتی اعتبار سے کسی نظام سے مربوط نہیں ہیں۔

وقت کے ساتھ ساتھ اردو بولنے والے سماجی اور تعلیمی اعتبار سے پسماندگی کا شکار ہوتے گئے۔ اور یہ حقیقت سچر کمیٹی رپورٹ کی تحقیقات سے پوری طرح ثابت ہوچکی ہے۔ پچھلے پانچ دہوں سے یہ بات واضح طور پر دیکھی جارہی ہے کہ اردو بولنے والوں کو ملک کے مرکزی دھارے سے الگ کرنے والا ایک طاقت ور عنصر پایا جاتا ہے۔ آج کیفیت یہ ہوگئی ہے کہ ایک ایسی زبان جو کبھی آرٹس، کامرس، عمرانیات اور سائنس کی اعلیٰ تعلیم کے لئے ذریعہ تدریس کے طور پر استعمال ہوتی تھی آج اعلیٰ تعلیم کے حصول میں رکاوٹ بن گئی ہے۔

چنانچہ اس یونیورسٹی کا بنیادی تصور ہی یہ ہے کہ اردو ذریعہ تعلیم کے ذریعہ جدید اعلیٰ اور تکنیکی تعلیم فراہم کر کے اس سد راہ کو ایک پل میں تبدیل کر دیا جائے۔ اسی خیال کی گونج یو جی سی کے گیارہویں منصوبے میں بھی سنائی دیتی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کے انتظام اور ترقی کی فلسفیانہ بنیادیں رسائی اور مساویانہ مواقع میں موجود ہیں۔ اور اس سلسلے میں یہ اہم کوشش بھی پیش نظر ہے کہ داخلہ کی مجموعی شرح میں 2015 تک 15 تا 20 فیصد اضافہ ہوجائے۔

اس خیال کو سچر کمیٹی رپورٹ کے اہم نتائج سے مزید تقویت حاصل ہوئی جس میں اس بات کی

نشاندہی کی گئی ہے کہ معیاری تعلیم تک عدم رسائی بھی تعلیمی پسماندگی کی ایک اہم وجہ ہے جس کی فوری اصلاح ضروری ہے تا کہ ان اقلیتوں کی انتہائی کمزور تعلیمی صورت حال کو بہتر بنایا جا سکے جن کا ایک بڑا حصہ اردو بولنے والوں پر مشتمل ہے۔

یونیورسٹی کو فاصلاتی تعلیم میں اس تصور کے فوری نفاذ میں کامیابی کا تجربہ ہوا۔ سال 08-2007 کے دوران تقریباً 12000 طلبہ نے گریجویشن اور پوسٹ گریجویشن کے مختلف کورسوں میں داخلہ لیا۔ اس طرح اس وقت یونیورسٹی کے فاصلاتی طریقہ تعلیم میں رجسٹرڈ کل طلبہ کی تعداد 1.57 لاکھ ہوگئی جن میں 65 ہزار طلبہ فعال اور حصول تعلیم میں سرگرم ہیں۔ ملک بھر میں مطالعاتی مراکز کی تعداد بھی 119 سے بڑھ کر 141 ہوگئی ہے۔ ایک امتحانی مرکز جدہ، سعودی عرب میں بھی قائم کیا گیا جب کہ قطر، لندن اور امریکہ کے بعض شہروں میں بھی مزید مراکز کے قیام کی کوششیں جاری ہیں تا کہ ان ممالک میں بسنے والے غیر مقیم ہندوستانی اردو داں افراد تک اعلیٰ تعلیم کی رسائی ممکن ہو سکے۔

اس کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی نے ممبئی، دہلی، بنگلور، کولکتہ، پٹنہ، دربھنگہ و سری نگر میں پہلے موجود علاقائی مراکز کے علاوہ رانچی میں بھی ایک علاقائی مرکز اور لکھنؤ، حیدرآباد، سنبھل، میوات اور جموں میں ذیلی علاقائی مرکز قائم کئے ہیں تا کہ طلبہ کے لئے ملک بھر میں ایک وسیع اور معاون نٹ ورک فراہم ہو سکے۔ یونیورسٹی نے کیمپس طرز تعلیم کے محاذ پر بھی کافی ترقی کی ہے۔ اس وقت یونیورسٹی میں اسکول برائے تعلیم و تربیت، اسکول برائے آرٹس و سماجی علوم، اسکول برائے کامرس اور تجارتی انتظامیہ، اسکول برائے صحافت و ابلاغ عامہ، اسکول برائے سائنس اور اسکول برائے زبان، لسانیات و ہندوستانیات، فاصلاتی تعلیم و تعلیم نسواں کی نظامتیں اور پوسٹ گریجویشن کے 13 شعبہ جات قائم ہو چکے ہیں۔ ان اسکولوں میں پوسٹ گریجویشن کے مختلف کورسوں کی تعلیم شروع ہو چکی ہے جن میں ایم ایڈ، بی ایڈ، ڈی ایڈ، ایم بی اے، صحافت و ابلاغ عامہ، ایم اے عربی، اردو، مطالعات ترجمہ، انگریزی، ہندی، فارسی اور مطالعات نسواں شامل ہیں۔ اساتذہ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ کی غرض سے یونیورسٹی نے سری نگر، دربھنگہ، بھوپال اور حیدرآباد میں ٹیچرس ٹریننگ کالج قائم کئے ہیں جہاں اردو ذریعہ تعلیم سے بی ایڈ پروگرام چلایا

جارہا ہے۔

یونیورسٹی اس بنیادی تصور کے تحت کام کررہی ہے کہ اس کے ذریعہ اردو بولنے والے عوام کو علمی استحکام، اعلیٰ عصری تعلیم اور ممکنہ حد تک وسیع فکری افق فراہم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اردو بولنے والوں کی خود مختاری میں تبدیل ہونے والے ان رہنمایانہ اصولوں کی روشنی میں یونیورسٹی نے یو جی سی کے تعاون سے کئی ترقیاتی منصوبے شروع کئے ہیں۔ ان میں یو جی سی نیٹ کوچنگ سنٹر کا قیام جس کے ذریعہ اقلیتی طلبہ کو قومی اہلیتی امتحان کی کوچنگ فراہم کی جاتی ہے، اردو بولنے والوں کو انگریزی میں مہارت کے حصول کے لئے مواقع کی فراہمی، مضامین کے بہتر فہم اور مسابقتی معیار کے حصول کے لئے ریمیڈیل کوچنگ سنٹر کا قیام، اقلیتی طلبہ کو سرکاری خدمات کے شعبہ میں داخل ہونے کے لئے جو مسابقتی روح ضروری ہے اسے پیدا کرنے کی غرض سے مرکز کوچنگ برائے اقلیتی طلبہ کا قیام اور اردو ذریعہ تعلیم کے اساتذہ میں مہارتوں کے فروغ، تربیت، بہترین تدریسی افعال کی نشو ونما، اسکولی تعلیم میں تحقیق کے جذبہ کے فروغ اور ان میں استعداد، تحریک پیدا کرنے جیسے مختلف کاموں کے لئے ایک مرکز برائے پیشہ ورانہ فروغ اردو اساتذہ کا قیام شامل ہیں۔ یونیورسٹی کے لئے ایک قابل فخر بات یہ بھی ہے کہ یہاں ملک کا 57 واں باوقار اکیڈمک اسٹاف کالج قائم ہوا۔ مرکز مطالعہ برائے سماجی اخراج و شمولیت پالیسی کا قیام بھی اس نوخیز ادارے کے لئے ایک قابل ذکر باوقار پیش رفت ہے۔ تعلیمی کوششوں کی نشر و اشاعت کے لئے جدید اطلاعاتی و ابلاغیاتی ٹکنالوجی کے اطلاق کی اہمیت کے پیش نظر یونیورسٹی نے مرکز برائے تدریسی ذرائع ابلاغ بھی قائم کیا ہے۔ اس کے ذریعہ مختلف تعلیمی پروگرام تیار کئے جارہے ہیں جو فروری 2008 سے دوردرشن کے اردو چینل پر نشر کئے جارہے ہیں۔ یہ نشریات اس سال مارچ سے آل انڈیا ریڈیو پر بھی شروع ہوجائیں گی۔

مزید یہ کہ، سچر کمیٹی کی رپورٹ اس یونیورسٹی کے لئے اہم موقع اور چیلنج دونوں ہی ہے۔ رپورٹ کے اہم نتائج میں یہ حقائق بھی شامل ہیں کہ مسلمان اس ملک میں ایس سی و ایس ٹی طبقات سے کچھ آگے ہیں لیکن ہندوؤں کے دیگر پسماندہ طبقات، دیگر اقلیتوں اور ہندوؤں (اعلیٰ ذات) کے مقابلے میں تعلیم، معاشی صورت حال

، سماجی حیثیت، وسائل تک رسائی، روزگار، حکومت میں نمائندگی وغیرہ کے اعتبار سے کافی پسماندہ ہیں۔ غربت، تعلیم سے حاصل ہونے والے کمزور نتائج، اسکولوں تک رسائی میں کمی، مدارس کا عصری نہ ہونا اور عورتوں کی کم تعلیمی سطح وہ اہم مسائل ہیں جو تعلیمی ترقی میں سدراہ بنے ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے مسلم طبقہ کی شرح خواندگی قومی شرح خواندگی 65% کے مقابلے میں بہت کم یعنی صرف 59% فیصد (2001) ہے۔

ضروری ہے کہ ان مسائل کو مجموعی اور مستحکم طریقے سے ادارہ جاتی سطح پر حل کیا جائے۔ وزارت فروغ انسانی وسائل اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی ان تھک کوششیں اور یونیورسٹی کے لئے ان کا مسلسل تعاون قابل تحسین ہے جس کے سبب مذکورہ بالا مسائل کے حل کی غرض سے تیار کی گئی مختلف اسکیموں کے نفاذ میں بڑی مدد مل رہی ہے۔

اردو بولنے والوں کا کاریگر طبقہ ملک کے معاشی ڈھانچے کو تبدیل کرنے والی قوتوں کے ملک میں اثر انداز ہوجانے کے باعث کافی مشکلات سے دوچار ہوا ہے۔ خصوصاً پچھلے ایک دہے میں یہ کیفیت کافی بڑھ گئی ہے۔ مشین سے تیار کی جانے والی کم لاگتی اشیا نے روایتی دستی اشیا کی جگہ لے لی ہے جس کے سبب عوام کا ایک پورا طبقہ بے روزگاری کا شکار ہوگیا۔ لوگوں کی اس قابلیت کو پیش نظر رکھ کر یونیورسٹی نے حیدرآباد، دربھنگہ اور بنگلور میں پالی ٹکنک کالج قائم کئے ہیں تاکہ مختلف شعبوں میں پیشہ ورانہ تعلیم فراہم کی جائے۔ اس وقت پالی ٹکنک حیدرآباد میں الکٹرانک، ایرکنڈیشننگ وریفریجریشن میکانک کے شعبوں میں تربیت کا انتظام ہے۔ یہ یونیورسٹی ایکٹ اور سچر رپورٹ کی سفارشات سے ہم آہنگ ہے جس میں معاشی پسماندگی دور کرنے کی اہم اور موثر حکمت عملی کے طور پر اس کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ روایتی اور فاصلاتی طرز سے اعلی تعلیم کی فراہمی اور پالی ٹکنک کالجس کے قیام کے علاوہ یونیورسٹی نے اردو میڈیم ماڈل اسکول حیدرآباد (اول تا ششم) دربھنگہ اور نوح (اول تا پنجم) کے قیام کے ذریعہ اسکولی تعلیم کے میدان میں بھی پیش رفت کی ہے۔ یہ اسکول سی بی ایس سی کے طرز پر قائم کئے گئے ہیں۔ اگلے تعلیمی سال سے شہر اورنگ آباد میں بھی ایک اور ماڈل اسکول کا آغاز ہوگا جہاں یونیورسٹی کو محترمہ فوزیہ تحسین خان، رکن قانون ساز کونسل حکومت مہاراشٹرا کی جانب سے 15 ایکڑ اراضی کا گراں قدر عطیہ حاصل ہوا ہے۔

لکھنؤ میں فارسی، عربی اور دیگر زبانوں کے ایک مرکز کے قیام کے لیے وزارت فروغ انسانی وسائل کی منظوری اور یو.جی سی کی جانب سے مالی تعاون حاصل ہو چکا ہے۔ یہاں اس تعلیمی سال سے تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز ہو جائے گا۔ یہ کیمپس عربی، فارسی اردو اور انگریزی میں گریجویشن اور پوسٹ گریجویشن کورس کے ذریعہ مدارس کے طلبہ کو عصری اعلیٰ تعلیم کی طرف متوجہ کرنے کا اہم ذریعہ بنے گا۔

یونیورسٹی میں اقلیتوں کے لئے ایک کل ہند سیول سروس کوچنگ سنٹر کا قیام بھی عمل میں آنے والا ہے۔ انتہائی اعلیٰ قسم کے کلاس روم، لائبریری، ہاسٹل کے ساتھ یہ ایک مکمل ادارہ ہوگا جہاں ملک کے مختلف علاقوں سے ماہر اساتذہ کو کوچنگ کے لئے بلایا جائے گا تاکہ قابل اور ہونہار امیدوار ملک کی اہم خدمات میں کامیابی کے ساتھ داخل ہوسکیں۔ یونیورسٹی کا کیمپس بھی بڑی تیزی کے ساتھ ترقی کر رہا ہے اس وقت کیمپس میں نظامت فاصلاتی تعلیم، عمارت درس وتدریس، عملہ کی رہائش گاہیں، دارالاقامہ برائے طلبہ، دارالاقامہ برائے طالبات، مرکز تدریسی ذرائع ابلاغ، مرکز اردو وثقافت کی عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں۔

میں آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی اپنے عظیم مقصد اور مشن کی مستحکم اور بھرپور انداز میں تکمیل کی طرف اعتماد کے ساتھ پیش رفت کر رہی ہے۔ وزارت فروغ انسانی وسائل اور یو.جی سی کی دلچسپی و تعاون اور محبان اردو اور اردو بولنے والوں کی فعال شرکت و ترقی پسند فکر کے بغیر یہ سفر ممکن نہیں ہوگا۔ میں اس موقع پر یہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یونیورسٹی کی جانب سے اس کے تمام چاہنے والوں کی خدمت میں ان کی جانب سے ملنے والے محبت اور تعاون کے لئے اظہار تشکر کروں۔ اور مجھے امید ہے کہ مستقبل میں ان کی یہ محبت اور تعاون میں مزید اضافہ ہوگا اور یونیورسٹی ترقی کے اس سفر میں عظیم کامیابیاں اور شہرت حاصل کرے گی۔

شکریہ!